14 اگست 1963

ازعدالت عظمیٰ

اسٹیٹ بینک آف بائیکنر

بنام

بالی چندر سین

(پی۔بی۔گجیندر گڈکر، کے۔این۔وانچواور کے۔سی۔داس گپتا، جسٹسز)

صنعتی تنازعہ—منظوری کے لیے درخواست خارج کرنے سے پہلے پیش کی گئی—درخواست کی جواز—صنعتی تنازعات ایکٹ (1947 کا14) دفعہ 33(2)(بی۔)

مدعاعلیہ نے اپیل کنندہ بینک کے اسسٹنٹ کیشئر کے طور پر کام کرتے ہوئے 4,100 روپے وصول کیے لیکن اس نے یہ رقم وصول کرنے سے انکار کیااور کہا کہ اسے صرف 4,000 روپے ادا کیے گئے۔مینیجر کو جھوٹے بیان دینے پر اسے معطل کر کے فرد جرم کر دیا گیا۔انکوائری ہوئی۔انکوائری افسر نے پایا کہ مدعاعلیہ پر لگائے گئے الزامات ثابت ہو چکے ہیں اور اس نے سفارش کی کہ اسے بینک کی ملازمت سے فارغ کر دیا جائے۔ بینک اسے فارغ کرنے پر راضی ہو گیا۔جواب دہندہ کے خلاف فارغ کا اصل حکم پاس کرنے سے پہلے، بینک نے صنعتی تنازعات ایکٹ کے دفعہ 33(2)(b) کے تحت مدعاعلیہ کے خلاف تجویز کردہ کارروائی کی منظوری کے لیے درخواست دی۔تاہم جواب دہندہ کو درحقیقت اس درخواست کے بعد فارغ کر دیا گیا تھا۔لیبر کورٹ نے اسٹرابورڈ مینوفیکچرنگ کمپنی کے کیس کی بنیاد پر یہ کہتے ہوئے بینک کی کارروائی کو منظور کرنے سے انکار کر دیا کہ اس طرح کی منظوری اصل فارغ ہونے کے بعد لی جانی چاہیے تھی۔

منعقد (1) صنعتی تنازعات ایکٹ کی دفعہ 33(2)(بی) کے تحت اس بات کا کوئی فرق نہیں تھا کہ آیا کارکن کو فارغ کرنے کی منظوری کے لیے درخواست خارج کرنے کے اصل حکم سے پہلے یا بعد میں کی گئی تھی۔

(2) اسٹرابورڈ مینوفیکچرنگ کمپنی کا معاملہ یہ بتاتا ہے کہ کارروائی کے بعد منظوری کے لیے درخواست دی جا سکتی ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو آجر کو دفعہ 33(2)(بی) کی شق میں دی گئی تین شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے، یعنی، (i) ملازم کو برخاست کرنا یا فارغ کرنا (ii) اجرت کی ادائیگی اور (iii) درخواست دینا، اسی لین دین کے حصے کے طور پر۔

اسٹرابورڈ مینوفیکچرنگ کمپنی بمقابلہ گووند، [1962] ضمنی 3 ایس سی آر 618، نے وضاحت کی۔

(3) اصل کارروائی کرنے سے پہلے مجوزہ کارروائی کی منظوری کے لیے قانون کی دفعہ 33(2)(بی) کے تحت درخواست دینے والے آجر کے خلاف اصولی طور پر کچھ نہیں ہے۔

دیوانی اپیل کا عدالتی حد اختیار 1963: کی سول اپیل نمبر516۔

1962 کے درخواست نمبر ایل سی 113 میں دھنباد میں مرکزی حکومت کی لیبر کورٹ کے 20 ستمبر 1962 کے حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

بی سین، جے بی دادا چنجی، او سی ماتھر اور رویندر

نارائن، اپیل کنندہ کے لیے۔

جواب دہندہ کے لیے جنارڈن شرما۔

14 اگست1963۔عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

قوانچو۔جے۔ یہ دھنباد میں مرکزی حکومت کی لیبر کورٹ کے حکم کے خلاف خصوصی اجازت کی طرف سے اپیل ہے۔مدعا علیہ کلکتہ میں اپیلنٹ بینک کی برانچ کی خدمت میں تھا اور اسسٹنٹ کیشیئر کے طور پر کام کرتا تھا۔ 17 جون 1961 کو ایک شنکرلال نے 5لاکھ روپے کے ٹیلی گرافک ٹرانسفر کے لیے درخواست دی۔کلکتہ سے 4000 سو جن گڑھ گئے اور مدعا علیہ کو 100 روپے کے کرنسی نوٹ حوالے کیے۔ جیسے ہی مدعا علیہ نوٹوں کی گنتی کر رہا تھا،شنکرلال کو یاد آیا کہ اس نے مدعا علیہ کو 40 کے بجائے 41 نوٹ دیے تھے اور تصدیق کے لیے نوٹوں کا بنڈل واپس کرنے کی درخواست کی۔تاہم مدعا علیہ نے یہ کہتے ہوئے نوٹ واپس کرنے سے انکار کر دیا کہ اسے دی گئی رقم 4,000 روپے تھی نہ کہ 4,100 روپے،شنکرلال اپنی دکان پر واپس گیا اور تصدیق کی کہ اس نے 40 کے بجائے 41 نوٹ لیے ہیں اور اس طرح ٹیلی گرافک منتقلی کے سلسلے میں مدعا علیہ کو 100 روپے کا ایک اضافی نوٹ حوالے کر دیا ہے۔اس کے بعد وہ واپس بینک آیا اور منیجر سے اس کی شکایت کی۔منیجر نے چیف کیشیئر کو حکم دیا کہ وہ مدعا علیہ کے ہاتھ میں موجود نقد رقم کو بند کر دے اور اس کے ہاتھ میں موجود رقم کو کتابوں سے چیک کرے۔ چیف کیشیئر نے چیک کرنے پر پایا کہ مدعا علیہ کے پاس 100 روپے کا ایک اضافی نوٹ تھا۔منیجر نے مدعا علیہ سے اضافی نوٹ حوالے کرنے کو کہا لیکن مدعا علیہ نے یہ کہتے ہوئے ایسا کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ اس کا ہے۔وضاحت میں اس نے کہا کہ یہ اسے اس کی ماں نے دیا تھا۔منیجر نے فوری طور پر اس بیان کی تصدیق کے لیے اقدامات کیے اور چیف کیشیئر کو کسی دوسرے شخص کے ساتھ مدعا علیہ کے گھر ضروری پوچھ گچھ کے لیے تعینات کیا۔لیکن مدعا علیہ کے گھر پر اس کی ماں اور والد دونوں نے کہا کہ انہوں نے مدعا علیہ کو سو روپے کا نوٹ نہیں دیا ہے۔

اس کے بعد مدعا علیہ کو بتایا گیا کہ اس کے والدین نے کیا کہا تھا اور پوچھا گیا کہ اسے مزید کیا کہنا ہے۔اس کے بعد مدعا علیہ ایک اور

کہانی کے ساتھ سامنے آیا کہ یہ نوٹ اسے اس عمارت کے کرایہ دار نے دیا تھا جس میں وہ رہتا تھا۔اس نے کرایہ دار کا نام منڈل بتایا۔منیجر نے دوبارہ ان ہی افراد کو منڈل سے پوچھ گچھ کرنے کے لیے بھیجا لیکن پتہ چلا کہ اس عمارت میں منڈل نام کا کوئی شخص نہیں تھا۔اس لیے بینک نے مدعا علیہ کے خلاف تادیبی کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا اور اسے فرد جرم سونپی۔مدعا علیہ کو بینک کی خدمت سے بھی معطل کر دیا گیا۔اس کے بعد مدعا علیہ کے خلاف تحقیقات کی گئی۔تفتیشی افسر اس نتیجے پر پہنچا کہ مدعا علیہ کے خلاف بنائے گئے دو الزامات ثابت ہو چکے ہیں اور مدعا علیہ کی ماضی کی خدمت اور طرز عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی سفارش کی گئی ہے کہ اسے بینک کی خدمت سے فارغ کر دیا جائے۔اس کے بعد بینک میں رائج قوانین کے مطابق مدعا علیہ کو اس کی وجہ بتانے کے لیے نوٹس دیا گیا کہ اسے کیوں فارغ نہیں کیا جانا چاہیے۔اس کی وضاحت کو مدنظر رکھا گیا اور اس کے بعد بینک نے اسے فارغ کرنے کا فیصلہ کیا۔لہذا 27 دسمبر 1961 کو بینک نے صنعتی تنازعات ایکٹ، 1947 کے نمبر 14 کی دفعہ 33(2)(بی) کے تحت مدعا علیہ کے خلاف کی جانے والی مجوزہ کارروائی کی منظوری کے لیے درخواست دی۔یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس درخواست کے بعد بینک کا معاملہ یہ ہے کہ اس نے اصل میں مدعا علیہ کو 15 جنوری 1962 کو فارغ کر دیا تھا۔

دفعہ 33(2)(بی) کے تحت درخواست بالآخر لیبر کورٹ کے سامنے نمٹانے کے لیے پیش کی گئی۔اس عدالت نے اسٹرابورڈ مینوفیکچرنگ کمپنی بمقابلہ گووند(1) میں اس عدالت کے فیصلے پر بھروسہ کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ درخواست مجوزہ ڈسچارج کی منظوری کے لیے کی گئی تھی اور مدعا علیہ کی اصل ڈسچارج سے پہلے، یہ قابل قبول نہیں تھا۔نتیجتاً اس نے مجوزہ کارروائی کی منظوری کے لیے بینک کی درخواست کو مسترد کر دیا۔خصوصی اجازت کی طرف سے موجودہ اپیل لیبر کورٹ کے اس حکم کے خلاف ہے۔

اپیل کنندہ کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ لیبر کورٹ کا یہ فیصلہ درست نہیں تھا کہ درخواست اس بنیاد پر قابل قبول نہیں تھی کہ یہ مجوزہ کارروائی کی منظوری کے لیے کی گئی تھی نہ کہ کارروائی کے بعد۔اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ اسٹرابورڈ مینوفیکچرنگ کمپنی کے معاملے (1) میں اس عدالت کے فیصلے کو لیبر کورٹ نے غلط سمجھا ہے اور اس عدالت نے اس معاملے میں یہ نہیں کہا کہ دفعہ 33(2)(بی) کے تحت درخواست قابل قبول نہیں ہوگی اگر یہ کسی آجر کی طرف سے انکوائری ختم کرنے اور ایک خاص سزا عائد کرنے کا فیصلہ کرنے کے بعد کی گئی ہو لیکن اس نے اسے نافذ نہیں کیا تھا۔ہماری رائے ہے کہ یہ تنازعہ غالب ہونا چاہیے۔

اسٹرابورڈ مینوفیکچرنگ کمپنی کے معاملے (1) میں دلیل یہ تھی کہ آجر کے کارروائی کرنے سے پہلے منظوری کے لیے درخواست دی جانی چاہیے اور اس نظریے کو مسترد کر دیا گیا۔اس صورت میں آجر نے جو کیا وہ انکوائری کرنا اور ملازم کو برخاست کرنے کا فیصلہ کرنا تھا۔برخاستگی کا حکم یکم فروری 1960 کو منظور کیا گیا اور اسی دن کی گئی کارروائی کی منظوری کے لیے ٹریبونل میں درخواست دائر کی گئی۔ٹریبونل کا خیال تھا کہ منظوری کی درخواست ملازم کی برطرفی کے بعد کی گئی تھی اور اسے برخاست کرنے سے پہلے بھی یہی درخواست دی جانی چاہیے تھی۔اس عدالت نے اس نظریے کو غلط قرار دیا۔اس عدالت نے فیصلہ دیا کہ دفعہ 33(2)(بی) آجر سے شرط میں زیر غور تین کام کرنے کا مطالبہ کرتی ہے، یعنی (1) ملازم کو برخاست کرنا یا فارغ کرنا، (2) اجرت کی ادائیگی اور (3) درخواست دینا اسی لین دین کے حصے کے طور پر۔تاہم، اس معاملے میں یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر کوئی آجر ضروری تفتیش کے بعد درخواست دینے میں احتیاط برتتا ہے — اور اصل میں پیش کردہ کارروائی کی منظوری کے لیے کوئی کارروائی کرنے سے پہلے، ایسی درخواست قابل قبول نہیں ہوگی۔اس معاملے کا تعلق تازہ ترین وقت سے تھا جس کے ذریعے آجر کو منظوری کے لیے درخواست دینی چاہیے جب اس نے کارروائی

کی تھی جس کی منظوری طلب کی گئی تھی۔لیکن دفعہ 33(2)(بی) میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے جس کے تحت کارروائی کے بعد ہی منظوری کے لیے درخواست دی جا سکے۔اصل کارروائی کرنے سے پہلے مجوزہ کارروائی کی منظوری کے لیے دفعہ 33(2)(بی) کے تحت درخواست دینے والے آجر کے خلاف ہمیں اصولی طور پر کچھ نظر نہیں آتا۔آجر کی طرف سے اس طرح کا کورس، اگر کچھ بھی ہوتو، ملازم کے لیے زیادہ سازگار ہوگا اور ہماری رائے میں سیکشن 33(2)(بی) میں موجود دفعات کے خلاف نہیں ہوگا۔اس لیے ہماری رائے ہے کہ لیبر کورٹ کا یہ مؤقف غلط تھا کہ کسی آجر کی طرف سے دفعہ 33(2)(بی) کے تحت اس کارروائی کی منظوری کے لیے کی گئی درخواست قابل قبول نہیں ہے جو اس نے کرنے کی تجویز کی ہے اور یہ کہ ایسی درخواست لازمی طور پر اس کارروائی کے بعد کی جانی چاہیے جس کی منظوری طلب کی گئی ہے۔اسٹرا بورڈ مینوفیکچرنگ کمپنی کے معاملے (1) میں صرف اتنا کہا گیا ہے کہ درخواست اس کارروائی کے بعد کی جا سکتی ہے جس کی منظوری طلب کی گئی ہے اور جب ایسا ہوتا ہے تو دفعہ 33(2)(بی) کی شق میں تین شرائط کو ایک ہی لین دین کے حصے کے طور پر دکھایا جانا چاہیے۔لیکن اگر کوئی آجر دفعہ 33(2)(بی) کے تحت اس کارروائی کی منظوری کے لیے درخواست دینے کا انتخاب کرتا ہے جو اس نے کرنے کی تجویز کی ہے اور پھر کارروائی کرتا ہے تو ہمیں دفعہ 33(2)(بی) میں ایسا کچھ نہیں ملتا جس سے ایسی درخواست قابل قبول نہ ہو۔ہماری رائے میں اس طرح کی درخواست اس کی شق کے ساتھ پڑھے جانے والے سیکشن 33(2)(بی) کی دفعات کے منافی نہیں ہوگی اور قابل قبول ہوگی۔لہذا لیبر کورٹ کا یہ نظریہ کہ موجودہ معاملے میں اپیل کنندہ کی درخواست قابل قبول نہیں تھی، ناکام ہونا چاہیے۔

یہ ہمیں اس سوال کی طرف لے جاتا ہے کہ کیا اپیل کنندہ بینک کی طرف سے کی جانے والی مجوزہ کارروائی کی منظوری دی جانی چاہیے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدعا علیہ لیبر کورٹ کے سامنے اس تاریخ کو پیش نہیں ہو سکا جس پر اس نے معاملے کا فیصلہ کیا تھا، اس بنیاد پر کہ وہ بیمار تھا۔اس سلسلے میں اس نے میڈیکل سرٹیفکیٹ پیش کیا تھا۔تاہم لیبر کورٹ نے معاملے کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا اور درخواست کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا کہ یہ قابل قبول نہیں ہے۔مدعا علیہ کے ماہر وکیل دعا کرتے ہیں کہ ان حالات میں معاملہ لیبر کورٹ میں واپس کیا جائے تاکہ مدعا علیہ پیش ہو سکے۔تاہم ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مدعا علیہ نے بینک کی درخواست کے جواب میں ایک تحریری بیان دائر کیا تھا جس میں اس نے ان حقائق کی تردید کی تھی جن پر اسے فارغ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔اس بات پر غور کرتے ہوئے کہ یہ معاملہ 1961 سے زیر التوا ہے، ہمیں نہیں لگتا کہ یہ ایسا معاملہ ہے جس میں واپس بھیج دیا جائے۔اپیل کنندہ نے انکوائری کی کارروائی پر انحصار کیا، جس کی کاپیاں درخواست کے ساتھ دائر کی گئی تھیں اور ٹریبونل کو دفعہ 33(2)(بی) کے تحت درخواست پر کارروائی کرتے وقت یہ دیکھنا ہے کہ آیا آجر نے انکوائری کو صحیح طریقے سے انجام دیا تھا اور کیا جو کارروائی کی گئی تھی یا کی جانے کی تجویز کی گئی تھی وہ مخلصانہ تھی نہ کہ استحصال یا غیر منصفانہ لیبر پریکٹس کی وجہ سے۔ہمیں انکوائری کے کاغذات کے ذریعے لیا گیا ہے اور ہماری رائے ہے کہ ان میں ایسا کچھ نہیں ہے جو یہ ظاہر کرے کہ انکوائری مناسب طریقے سے نہیں کی گئی تھی۔نہ ہی یہ ظاہر کرنے کے لیے کچھ ہے کہ مدعا علیہ کو نشانہ بنایا گیا تھا یا مجوزہ کارروائی کسی غیر منصفانہ لیبر پریکٹس کا نتیجہ ہے۔یہ سچ ہے کہ مدعا علیہ نے اپنے تحریری بیان میں کہا کہ انکوائری محض تحقیقات کا بہانہ تھی اور اسے فطری انصاف کے اصولوں کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے منعقد کیا گیا تھا اور یہ بھی کہ اسے نشانہ بنایا گیا تھا۔لیکن یہ الزامات لگانے کے علاوہ تحریری بیان یہ نہیں دکھاتا کہ انکوائری کس انداز میں منصفانہ اور مناسب نہیں تھی اور مدعا علیہ کو کیوں نشانہ بنایا گیا۔ہماری رائے ہے کہ اس معاملے میں کی گئی انکوائری منصفانہ اور مناسب تھی اور فطری انصاف کے اصولوں کے مطابق تھی اور مدعا علیہ کو اپنا دفاع کرنے کا پورا موقع ملا۔ہم اس بات سے بھی مطمئن ہیں کہ استحصال یا غیر منصفانہ مزدوری کے عمل کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔اس لیے مانگی گئی منظوری ضرور دی جانی چاہیے۔

لہذا ہم اپیل کی اجازت دیتے ہیں، لیبر کورٹ کے حکم کو کالعدم قرار دیتے ہیں اور اپیل کنندہ بینک کی 27 دسمبر 1961 کی درخواست منظور کرتے ہیں اور مجوزہ کارروائی کی منظوری دیتے ہیں۔ ان حالات میں ہم اخراجات کے حوالے سے کوئی حکم نہیں دیتے۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔

Meraj U Din Sofi
2024.06.12 11:28
I attest to the accuracy and integrity of this document